© rasailojaraid.com

حضرات فقہاء احناف نے ان کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ علامہ عابدین شامی لکھتے ہیں: ''مذهبنا و مذهب غيرنا کالشافعية والحنابلة......'' ہمارا مذہب اور حضرات شوافع اور حضرات حنابلہ کا یہی مذہب ہے۔

علامہ طاہر بن احمد الحنفی لکھتے ہیں: لا يباح اتخاذ الضيافة عند ثلاثة أيام لأن الضيافة يتخذ عند السرور [خلاصہ فتاویٰ] ''اہل میت کی طرف سے تین دن تک ضیافت جائز نہیں ہے کیونکہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوا کرتی ہے۔'' اس عبارت میں اسی کھانے کو حضرات فقہاء کرام نے ''غیر مباح'' بھی کہا ہے اور ''مکروہ'' و ''بدعت قبیحہ'' بھی۔ افسوس کی بات ہے کہ بڑے بڑے عمامہ بردار اور سفید ریش دار اخوند بھی اس قبیح ترین بدعت میں مبتلا ہیں۔ أعاذنا الله منها

امام قاضی خانؒ لکھتے ہیں: ويكره اتخاذ الضيافة في أيام المصيبة لأنها أيام تأسف فلا ينبغي بهاما كان للسرور۔ ''مصیبت کے دنوں میں ضیافت کرنا مکروہ ہے کیونکہ جو کام خوشی کے وقت کا ہو وہ غمی کے موقع پر مناسب نہیں۔''

حافظ ابن ہمام لکھتے ہیں: ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة ۔[فتح القدير] میت کے گھر کھانا تیار کرنا مکروہ ہے کیونکہ دعوت طعام تو خوشی کے موقع پر ہوتی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ نہایت قبیح بدعت ہے۔

علامہ قہستانی لکھتے ہیں: ويكره اتخاذ الضيافة في هذه الأيام وكذا أكلهافيها [حيرة الفتاوىٰ جامع رموز] ان دنوں میں میت کے گھر کھانا تیار کرنا اور اجتماعی طور پر کھانا دونوں مکروہ ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: لا يباح اتخاذ الطعام ثلاثة أيام [كذا في التتارخانية] ''تین دن تک میت کے گھر میں کھانا تیار کرنا جائز نہیں۔''

امام حافظ الدین محمد بن شہاب کردی الحنفیؒ لکھتے ہیں: ''تین دن تک ضیافت مکروہ ہے اور اسی طرح اس کا کھانا بھی، کیونکہ ضیافت تو خوشی کے موقع پر ہوتی ہے اور اسی طرح موسم بموسم قبروں کی طرف طعام لے کر جانا بھی مکروہ ہے، اور قراءت قرآن کے لیے صلحاء اور قراء کو جمع کر کے ختم القرآن کی دعوت کرنا بھی مکروہ ہے۔ سورۃ الانعام یا سورۃ الاخلاص کی قراءت کے لیے طعام تیار کرنا بھی مکروہ ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قراءت قرآن کے وقت کھلانے کے لیے طعام تیار کرنا مکروہ ہے۔

امام نووی شرح منہاج میں لکھتے ہیں: قبر پر تیسرے دن اجتماع کرنا اور گلاب واگر بتیاں تقسیم کرنا اور مخصوص دنوں کے اندر روٹی کھلانا مثلاً تیجہ، پانچواں، ساتواں، دسواں، بیسواں، چالیسواں دن اور چھٹا مہینہ اور سال کے بعد، یہ سب کے سب امور بدعت ممنوعہ ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہاد اور دہشت گردی قسط: ا

جہاد اور اس کے تقاضے

مولانا عبدالستار حماد (میاں چنوں خانیوال)

﴿إن اللـه اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة يقاتلون في سبيل الله فيَقتلون ويُقتلون وعداً عليه حقاً في التوراة والإنجيل والقراٰن ومن أوفى بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذي بايعتم به وذٰلك الفوز العظيم﴾ [التوبة: ۱۱۱]

اسلام نے جہاد فی سبیل اللہ کی جو اہمیت، افضلیت اور افادیت بیان کی ہے اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ایک طرف جہاد اسلام کا سب سے افضل عمل ہے تو دوسری طرف یہ دور حاضر کا سب سے زیادہ حساس مسئلہ ہے۔ کوئی اسے دہشت گردی قرار دے رہا ہے تو کوئی اسے اللہ کی رضا کا ذریعہ بتا رہا ہے۔ کوئی اسے بنیاد پرستی، انتہا پسندی جیسے القابات سے نواز رہا ہے تو کوئی اسے حق آزادی خیال کر رہا ہے۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ جہاد کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے دور حاضر میں اس کے عملی تقاضوں کو بیان کیا جائے۔

لغوی تعریف: بنیادی طور پر لفظ جہاد ''جھــــــد'' سے مشتق ہے، جسے جیم کے فتحہ اور ضمہ سے پڑھا جاتا ہے، فتحہ کے ساتھ معنی مشقت اٹھانے کے ہیں، جبکہ ضمہ کے ساتھ جُہد سے مراد: طاقت صرف کرنا ہے۔ یعنی کسی مقصد کے حصول کے لئے طاقت صرف کرنا۔ یہ کوشش کرنا یا مشقت اٹھانا جہد کہلاتا ہے۔ الغرض اس کے تمام مشتقات میں یہ لغوی معنی کسی نہ کسی شکل میں ضرور موجود ہوتا ہے۔ اگر اس لفظ سے ''جہاد'' بنایا جائے، تو اس میں دوطرفہ کوشش کا معنی ملحوظ خاطر رکھا جائے گا اور اگر اس سے ''اجتہاد'' بنایا جائے گا تو پھر اس میں انتہائی ذہنی کوشش کا مفہوم مدنظر رکھنا ہوگا۔

قرآن کریم میں لفظ جہاد اس لغوی معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وإن **جاهداك** على أن تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما﴾ [لقمان: ۱۵] ''اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا **دباؤ ڈالیں** کہ تو میرے ساتھ شریک کرے، جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مانو۔''

شرعی تعریف: شریعت کی اصطلاح میں ہر وہ محنت و کوشش ''جہاد'' ہے جو دین اسلام کی سربلندی کے لیے کی جائے، خواہ یہ کوشش انفرادی ہو یا اجتماعی، زبانی ہو یا قلمی، مالی ہو یا جانی۔ بہر حال اس انتہائی جد و جہد اور کمال درجہ کی محنت میں اصل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نصب العین ''غلبہ دین'' ضرور ملحوظ ہونا چاہیے، بصورت دیگر کسی بھی کوشش کو شریعت کی نظر میں ''جہاد'' کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ اسے مذکورہ بالا صورتوں میں سے صرف ایک ہی صورت کے ساتھ مختص کر لینا اس طرح غلط ہے جس طرح غلبہ دین کے علاوہ میں ہر طرح کی جدوجہد کو ''جہاد'' سے موسوم کر دینا غلط ہے اگر چہ وہ جدوجہد اچھی ہو۔

چونکہ غلبہ دین کی مذکورہ صورتوں میں سے جانی جدوجہد (قتال) عمومی طور پر دیگر تمام صورتوں سے افضل ہے، اس لئے قرآن وحدیث میں اکثر و بیشتر غلبہ دین کے لیے جانی طور پر کی جانے والی انتہائی کوشش کو لفظ ''جہاد'' سے تعبیر کیا گیا ہے اور اسی کثرت استعمال کی وجہ سے ہمارے ہاں جہاد بمعنی قتال کے ساتھ اس کی اصطلاحی تعریف کی جاتی ہے، بہر حال غلبہ دین کے لیے کی جانے والی ہر کوشش ''جہاد'' ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فلا تطع الکفرین وجاھدھم بہ جھادا کبیرا ۝﴾ [الفرقان : ٥٢] ''آپ کافروں کا کہنا مانیں بلکہ قرآن کے ذریعے پوری طاقت سے ان کے خلاف بڑا جہاد کریں۔'' یہ آیت مکی ہے، جبکہ جہاد بمعنی ''قتال'' کا آغاز مدنی دور میں ہوا۔لہٰذا مکی سورتوں میں لفظ جہاد کا استعمال واضح طور پر راہنمائی کرتا ہے کہ قرآنی اصطلاح میں لفظ جہاد ''قتال'' کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ غلبہ دین کے لیے اللہ کے دشمنوں کے خلاف کی جانے والی ہر کوشش ومحنت کو ''جہاد'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اسی طرح احادیث میں بھی جہاد کی اصطلاح محض قتال فی سبیل اللہ کے بجائے ایک وسیع مفہوم میں استعمال کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مشرکین کے خلاف اپنے مالوں، اپنی جانوں اور زبان سے جہاد کرو۔'' [ابو داؤد الجھاد ح: ٢٥٠٤] اس حدیث میں زبان سے جہاد کرنے کے متعلق کہا گیا ہے، جبکہ اسے کوئی بھی صاحب بصیرت ''قتال'' سے موسوم نہیں کرتا۔

علمائے امت نے ''جہاد'' سے مراد صرف قتال ہی نہیں بلکہ غلبہ دین کے لیے ہر جدوجہد مراد لی ہے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ''جہاد یا تو دل کے ساتھ ہوتا ہے جیسے اسلام پر ثابت قدم رہنے کا عزم کرنا یا لوگوں کو اسلام اور اس کے احکام کی دعوت دینا بھی جہاد ہے، اسی طرح باطل پرستوں کے خلاف حجت قائم کرنا، حق کو واضح کرنا اور شبہات کو دور کرنا بھی جہاد ہے۔ مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کے لیے تدبیر و تنظیم کرنا بھی جہاد ہے، دشمنان دین کے خلاف جنگ کرنا بھی جہاد ہے۔ لہذا مذکورہ تمام صورتوں میں سے جو صورت بھی ممکن ہو اسے بروئے کار لاتے ہوئے جہاد کرنا واجب ہے۔ [مجموع الفتاوی ٢٨/٥٧-٥٩]

حافظ ابن حجر جہاد کی شرعی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: '' کافروں کے خلاف جنگ کے لیے کوشش کرنا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشقت اٹھانا جہاد ہے۔ اسی طرح نفس، شیطان اور فساق کے خلاف جدوجہد کرنے پر لفظ جہاد کا اطلاق ہوتا ہے۔ جہادِ نفس یہ ہے کہ اسے دین کی بنیادی تعلیمات سیکھنے پر لگایا جائے نیز دوسروں کو ان تعلیمات سے روشناس کیا جائے۔ جہادِ شیطان یہ ہے کہ اس کی طرف سے جو شبہات اور وسوسے پیدا کیے جاتے ہیں انہیں دور کرنے کے لیے اس سے مزاحمت کی جائے۔ جہادِ کفار یہ ہے کہ ان کے خلاف اپنے ہاتھ، زبان، مال اور دل سے جہاد کیا جائے یا بدکردار لوگوں کے خلاف بھی اپنے ہاتھ اور زبان سے جہاد کیا جائے۔[فتح الباری ٣/ ٦٧] اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ کفار کے خلاف قتال کرنا جہاد ہے اور اس کے علاوہ غلبہ دین کے حوالے سے کی جانے والی دیگر کوششیں بھی اصطلاحی طور پر جہاد میں شامل ہیں۔

حضرت فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ''مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے۔''[مسند امام احمد ٦٧/٢١]

ہمارے رجحان کے مطابق جہاد کے چار درجے ہیں :

{1} نفس کے خلاف جہاد {2} شیطان کے خلاف جہاد {3} کفار و منافقین کے خلاف جہاد

{4} ظلم پیشہ اور اہل بدعت کے خلاف جہاد۔

نفس کے خلاف جہاد کے آگے چار درجے ہیں:

{1} دین کی بنیادی تعلیمات سیکھنے کے لیے انسان اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے کیونکہ علم کے بغیر آخرت نہیں سنورتی۔

{2} ان بنیادی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے لیے نفس کے خلاف جہاد کرے کیونکہ علم عمل کے بغیر نقصان دہ ہے۔

{3} دینی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کے لیے نفس کے خلاف جہاد کرے کیونکہ ایسا نہ کرنے سے مؤاخذے کا شدید اندیشہ ہے۔

{4} توحید اور دعوت دین کی راہ میں جو مشکلات حائل ہوں ان پر صبر کرنے کے لیے نفس کے خلاف جہاد کرے۔

شیطان کے خلاف جہاد کرنے کے دو مرتبے ہیں:

{1} ان تمام شکوک و شبہات کو ختم کرنے کے لیے جہاد کرنا جو ایمان کو ختم کرنے کے لیے شیطان بندے کے دل میں پیدا کرتے ہیں۔

{2} بُری خواہشات اور غلط عزائم کے خلاف جہاد کرنا جو ایمان کو کمزور کرنے کیلئے انسان کے دل میں ڈالے جاتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہلی قسم کے جہاد کے لیے ''یقین کامل'' جبکہ دوسری قسم کے جہاد کے لیے ''صبر کامل'' کی ضرورت ہوتی ہے۔

جہاد کفار و منافقین کے چار مرتبے ہیں:

{1} دل سے جہاد کرنا، {2} زبان سے جہاد کرنا، {3} مال سے جہاد کرنا، {4} جان سے جہاد کرنا۔

''جان سے جہاد'' کفار کے ساتھ خاص ہے، جبکہ منافقین کے خلاف زبان سے جہاد کیا جائے گا۔

ظلم پیشہ اور اہل بدعت کے خلاف جہاد کے تین مراتب ہیں:

{1} اگر استطاعت ہو تو قوت بازو سے جہاد کیا جائے۔ {2} اتنی استطاعت نہیں تو زبان سے جہاد کیا جائے۔

{3} اگر زبان سے جہاد کی طاقت نہیں تو دل سے جہاد کیا جائے یعنی دل میں کراہت رہے، یہ آخری درجہ ایمان کے کمزور ترین ہونے کی دلیل ہے اگر یہ بھی نہیں تو سرے سے ایمان ہی نہیں ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق جہاد کے تیرہ (13) درجات ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے جہاد نہیں کیا اور نہ ہی اس کے دل میں کبھی جہاد کا خیال آیا تو وہ نفاق کے قسم پر مرے گا'' [مسلم الامارة ۱۵۸]

ہمارے ہاں کچھ حضرات نے صرف ''قتال فی سبیل اللہ'' کو جہاد سمجھ کر جہاد کی اصطلاح کو نہایت محدود کر دیا ہے۔ اس طرح کچھ لوگوں نے ہر اچھے اور نیکی کے نام کو جہاد سے موسوم کر کے اس کی وسعت کو حد سے بڑھا دیا ہے حالانکہ یہ افراط و تفریط ہے۔ اور جہاد کا شرعی مفہوم ان دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر ہے۔ بہر حال غلبہ دین کے لیے کی جانے والی ہر کوشش اور محنت جہاد ہے۔ لیکن جس جد و جہد اور محنت و کوشش کا غلبہ دین کے ساتھ براہ راست تعلق نہ ہو اسے جہاد کا نام دینا ''جہاد'' کا مفہوم بگاڑنے والی بات ہے۔ درج ذیل حقائق غور و فکر کے لیے پیش خدمت ہیں:

{1} جہاں منافق اور فاسق قسم کے مسلمان حکمران یا افراد دین اسلام کے کسی شعبہ میں تحریف و تاویل یا تغیر و تبدل کی کوشش کر رہے ہوں، وہاں ان کے سامنے جرأت کے ساتھ دین اسلام کی حمایت اور کلمہ حق کی آواز بلند کرنا جہاد بلکہ ''افضل جہاد'' ہے۔ [ترمذی الفتن باب ۱۳ عن ابی سعید وقال: حسن غریب]

{2} لیکن بے عمل مسلمانوں کو باعمل نمازی اور دیندار بنانے کی کوشش کو ''جہاد'' نہیں کہا جائے گا۔ بعض لوگ مسلمانوں کی اصلاح اور تبلیغ دین کے کام کو ''جہاد'' قرار دیتے ہیں، حالانکہ ایسا کہنا غلط ہے، بلکہ اس میں تبلیغ کے نام پر ہی اکتفا کرنا چاہیے۔ واضح رہے کہ فضائل جہاد کی طرح دعوت و تبلیغ کے بھی بہت سے فضائل قرآن و سنت میں الگ مذکور ہیں۔

{3} مسلمانوں کی اصلاح کے لیے دینی مدارس قائم کرنا دین اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے، لیکن مسجد و مدرسہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنانے بچوں کو دینی تعلیم دینے اور ان کی اصلاح وتربیت کو ''جہاد'' کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ اس عمل کا براہ راست اعلائے کلمۃ اللہ اور غلبہ دین سے تعلق نہیں ہے۔ اسے ''تعلیم وتربیت'' کا نام دیا جاتا ہے' جس کے بے شمار الگ فضائل موجود ہیں۔ جس طرح دعوت وتبلیغ کو جہاد نہیں کہا جاسکتا، اسی طرح تعلیم وتربیت کو بھی جہاد کا نام نہیں دیا جاسکتا۔☆

اسلام کے خلاف شکوک وشبہات کی تردید اور دشمنان اسلام کے اعتراضات کو غلبہ دین اور دفاع اسلام کی نیت سے رفع کرنا بلاشبہ جہاد بالقلم ہے۔ لیکن تبلیغی نکتہ نظر سے دینی کتابوں کی نشر واشاعت، دینی لٹریچر کی تقسیم اور تیاری کو جہاد کا نام دینا کم علمی ہے، کیونکہ یہ تمام چیزیں شعبہ تعلیم سے تعلق رکھتی ہیں، جہاد بالقلم سے ان کا تعلق نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی کتاب میں براہ راست غلبہ دین کی کوشش کی گئی ہو' تو اسے ''جہاد'' کا نام دینے میں چنداں حرج نہیں۔

{4} معاشرے میں پھیلی ہوئی بُرائیوں کو ختم کرنے اور بے حیائی ومنکرات کے خاتمے' نیز نیکی کی ترویج کے لیے کی جانے والی جدوجہد بڑی فضیلت کی حامل ہے، لیکن اسے ''جہاد'' کا نام دینا بھی درست نہیں ہے۔ اسلام نے مذکورہ مقاصد کے حصول کے لیے **امر بالمعروف** اور **نہی عن المنکر** کا نظام متعارف کرایا ہے۔ بعض ممالک میں اس نام سے مستقل ادارے قائم ہیں جو لوگوں کو اچھے کاموں کی ترغیب دیتے اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں۔ اس کام کو بھی اسلام کے تصورِ جہاد سے خلط ملط کرنا' ناانصافی ہے۔

{5} غریبوں کی مدد، بیماروں سے تعاون کرنا، کمزوروں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کی دیکھ بھال اللہ کے ہاں اجر وثواب کا باعث ہے اور بقدر حیثیت ہر مسلمان پر ان کا بجالانا فرض ہے۔ لیکن اس قسم کے ''**تعاون علی البر**'' کو تصور جہاد سے مربوط کرنا درست نہیں ہے۔ اسے امداد باہمی یا فلاح وبہبود کا نام دیا جاسکتا ہے۔ اسے ''جہاد'' کا نام دینا صراحتاً غلط ہے، اس کا جہاد وقتال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس مقام پر یہ وضاحت کردینا ضروری ہے کہ ''قتال وحرب'' کا لغوی معنیٰ ''جنگ'' ہے اور یہ لفظ ایک خوفناک اور بھیانک پس منظر کا حامل ہے، جس میں انسانوں اور علاقوں کی تباہی وبربادی کے ساتھ ساتھ بہت سی غیر اخلاقی اور غیر انسانی چیزیں بھی ذہن میں گردش کرنے لگتی ہیں۔ اسلام نے ''جنگ'' کے اس جاہلی تصور کو بدلنے کے لیے جہاں جنگ کی بہت سی شرائط اور حدود وقیود مقرر کی ہیں، وہاں اس لفظ کو لفظ ''جہاد'' سے بدل کر الفاظ کی نفسیاتی تاثیر کو بھی بدلنے کوشش کی ہے۔ بعض

☆ اگر ''تعلیم'' جہاد کے فضائل، مسائل اور وسائل پر اور ''تربیت'' حملے اور دفاع وغیرہ پر مشتمل ہو تو ایسی تعلیم وتربیت کو ''جہاد'' کہنا چاہیے۔ واللہ اعلم (ابومحمد)

© rasailojaraid.com